© rasailojaraid.com

ڈاکٹر ظہور الدین احمد

عمر خیام

المعارف اکتوبر ۱۹۷۰ء میں "خیام کا تفلسف و تصوّف" کے عنوان سے پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی کا مقالہ شایع ہوا تھا۔ پروفیسر صاحب نے اس مقالے میں خیام کے افکار و عقاید کا اچھا تجزیہ کیا تھا اور مضمون دلچسپ بنانے کے لیے دوسرے شعرا کے اُردو و فارسی ہم معنی اشعار بھی پیش کیے تھے اور بعض مقامات پر انھوں نے توضیحی و تشریحی امور میں زاید از ضرورت تفصیل لکھنے کا اقرار بھی کیا ہے۔ ہم نے مقالہ مفید ہونے کی وجہ سے طلبہ کو اس کے مطالعہ کی سفارش کی تھی۔ مقالے کے آغاز میں یزدانی صاحب نے خیام کے متعلق جو سوانحی اشارات کیے ہیں، ان میں سے بعض تحقیق طلب ہیں اور بعض پر تحقیق ہو چکی ہے اور ان کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق رائے دی جا سکتی ہے۔ میں نے مناسب سمجھا ہے کہ جو چند چیزیں غلط آ گئی ہیں، ان کی تصحیح ہو جائے یا جو نامکمل ہیں ان کی تکمیل ہو جائے۔ مثلاً:

۱۔ صفحہ ۳۔ مقالہ نگار نے لکھا ہے "والد کا نام ابراہیم بتایا گیا ہے جو درست معلوم نہیں ہوتا"۔ خیام کے باپ کا نام ابراہیم ہی تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ خیام نے اپنے رسالہ در علم کلیات میں خود یوں لکھا ہے: "چنیں گوید ابوالفتح عمر بن ابراہیم الخیام"۔

۲۔ صفحہ ۳۔ "خاقانی، عمر خیام کا بھتیجا تھا" کسی تاریخ و تذکرہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ عمر خیام کا ایک بھائی تھا جس کا بیٹا خاقانی تھا۔ خاقانی نے اپنے اشعار میں اپنے آپ کو علی نجار کا بیٹا بتایا ہے۔

ع ازپشت آزر صنعت علی نجار شروانی

اس کا دادا جولاہہ تھا۔ وہ خود کہتا ہے۔ ع

جولاہہ نشادم از سوی جد

مقالہ نگار کو مغالطہ ہوا ہے۔ خاقانی نے جس عمر بن عثمان کا ذکر کیا ہے، وہ اس کا چچا کافی الدین عمر بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عثمان طبیب و فیلسوف تھا۔

۳۔ مقالہ نگار نے لکھا ہے: "یہ نہ معلوم ہو سکا کہ خیام کی استادی کا فخر کن بزرگوں کو حاصل تھا۔" خیام کے تین اساتذہ کے نام معلوم ہو چکے ہیں۔ امام موفق نیشاپوری ان کے علاوہ ہیں جن کا ذکر مقالہ نگار نے کیا ہے۔ خیام نے اپنے رسالہ کون و تکلیف میں ابن سینا کو معلم لکھا ہے۔ ابن سینا کے ایک شاگرد بہمنیار (م۔ ۴۵۸ھ) سے بھی خیام نے استفادہ کیا۔ ان کے ایک اور استاد رئیس الحکما ابو حامد نصیر الدین محمد بن منصور (م۔ ۴۹۷ھ) تھے۔

۴۔ مقالہ نگار نے عمر خیام، حسن بن صباح اور نظام الملک کی ہمدرسی اور ہم سنی کا ذکر چھیڑ کر یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ یہ واقعہ سچا ہے۔ ہمدرسی پر تو کچھ دلائل بھی دیے ہیں لیکن ہم سنی کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ اس واقعہ کے متعلق سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "خیام" میں مخالف و موافق آرا کا تجزیہ کرکے آخر یہی رائے دی ہے کہ یہ واقعہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

۵۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: "درباروں میں اس کا تعارف بالعموم طبیب کی حیثیت سے ہوتا رہا"۔ خیام کے متعلق چہار مقالہ میں ایک حکایت ضرور ہے کہ اس نے سنجر بن ملک شاہ کے چیچک کا علاج کیا۔ لیکن معاصر اور قریب العصر تواریخ میں خیام فلسفی اور منجم کی حیثیت سے بالخصوص شہرت رکھتا تھا۔

۶۔ صفحہ ۵۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں: "اس کی رباعیات کو شاہد دل قرار دیا جا سکتا ہے۔" یہ بیان بڑا غیر محتاط ہے۔ محمد علی فروغی اور ڈاکٹر غنی نے قدیم ترین مآخذ سے کل ۵۷ رباعیاں جمع کی ہیں جن کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعتاً خیام کی رباعیاں ہوں گی۔ اس لیے ان کو پیش نظر رکھ کر ہی خیام کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

۷۔ صفحہ ۳۔ مقالہ نگار کا بیان ہے کہ نظام الملک نے خیام کی خواہش کے مطابق بارہ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر کر دی۔ جامع التواریخ یعنی اس قصے کے اصلی ماخذ میں مذکور ہے کہ دس ہزار دینار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ روپے اور دینار میں بڑا فرق ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ بیان ہی مشتبہ ہے۔ اگر خیام وظیفے کی اتنی رقم پا کر بے نیاز ہو گیا ہوتا تو اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ اپنے مصنفہ رسائل لے کر سمرقند و بخارا میں وہاں کے قاضی القضاۃ یا حاکم کے پاس امداد اور ہمت افزائی کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتا تو اسے تو اپنی ممنونیت کے باعث نظر اپنی تالیفات کو نظام الملک وزیر اعظم سے منسوب کرنا چاہیے تھا۔

۸۔ صفحہ ۷ - مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ "رباعی نگار کی حیثیت سے خیام کو زمانہ حال ہی میں شہرت حاصل نہیں ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جاننے والے اس کو اسی طرح جانتے پہچانتے رہے ہیں جیسے کہ آج جانتے ہیں"۔ اس بیان کی تائید انھوں نے عہد اکبری (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) کا حوالہ دیا ہے۔ جو خیام کی زندگی کے پانچ سو سال کے بعد کا زمانہ ہے۔ اس کی رباعیات کا کہیں کہیں ذکر تو ضرور آیا ہے لیکن آج تک کی تحقیق و تلاش کی رو سے خیام کی وفات کے تین سو سال بعد تک تو اس کی رباعیات کا الگ مجموعہ کبھی مرتب نہیں ہوا۔ پہلے دو سو سالوں میں شاعر کی حیثیت سے اس کی شہرت کا سراغ نہیں مل سکا۔

۹۔ مقالہ نگار نے بعض جگہ خیام سے منسوب رباعیات کے پیش نظر اس کے افکار و عقائد پر روشنی ڈالی ہے اس لیے کہیں کہیں نتیجہ اخذ کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ میں نے طلبہ کے لیے ایک مختصر مضمون لکھا ہے جس میں آج تک کی تحقیق کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس میں صرف ضروری باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ شاید اس کوشش سے خیام کی شخصیت اور اس کے فکر کو سمجھنے میں کچھ مدد مل سکے مضمون درج ذیل ہے:-

عمر خیام

نام عمر۔ لقب غیاث الدین۔ کنیت ابوالفتح۔ نیشاپور وطن تھا۔ صرف ایک دو مصنفین نے عمر خطاب کی رعایت سے کنیت ابو حفص لکھی ہے جو صحیح نہیں۔ معاصرین نے انھیں خیامی لکھا ہے۔ ممکن ہے ان کے آبو جد میں سے خیمہ دوزی کسی کا پیشہ ہو۔ اس لیے اس کی نسبت سے وہ خیامی کہلائے۔ شعر العجم میں عمر کا نام عمرو یعنی واؤ کے ساتھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ واؤ کے ساتھ لکھنے سے اس کا تلفظ عمرو یعنی عین پر فتحہ سے ہوگا۔

تاریخ ولادت کسی تاریخ و تذکرہ میں مذکور نہیں۔ وصایائی نظام الملک کے دیباچے میں اور جامع التواریخ میں سرگزشت سیدنا کے حوالے سے مذکور ہے کہ نظام الملک حسن بن صباح اور خیام امام موفق کے پاس ہمدرس اور ہم سال تھے۔ اس روایت کی بنا پر خیام کی تاریخ پیدائش ۴۰۸ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۱۰ ہجری کے درمیان متعین کی گئی ہے۔ کیونکہ نظام الملک کی تاریخِ ولادت ۴۰۸ یا ۴۱۰ھ معلوم ہے۔ اس تاریخ کی تائید کے لیے خیام کے رسالہ کتاب الکون والتکلیف کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے، جس میں خیام نے لکھا ہے کہ "اس مسئلہ پر شاہد میں نے اور میرے استاد افضل المتاخرین شیخ الرئیس ابا علی حسین بن عبداللہ سینا نے خوب غور کیا ہے"۔ ابن سینا ۴۲۸ھ میں وفات پا گئے۔ ابن سینا جیسے فاضل استاد کی عمر کے آخری سالوں میں شاگرد ہونے کے لیے کم سے کم اٹھارہ، بیس سال کی عمر ہو تو خیام کا سالِ ولادت ۴۰۸ یا ۴۱۰ ہجری نکلتا ہے۔ اس عبارت میں معلّی "میرے استاد" کے لفظ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ابن سینا سے سبقاً سبقاً درس لیتے رہے ہوں گے۔ انھوں نے علم و فضل سے استفادہ کی وجہ سے ابن سینا کو استاد کہا ہے۔ ممکن ہے خیام اس کے شاگرد کے شاگرد ہوں معلّی کا لفظ زاید ہو۔ ابن سینا کی زندگی کے آخری سال دربدری میں گذرے ہیں۔ ۴۲۰ اور ۴۲۸ھ کے درمیان علاء الدولہ کا کویہ کو غزنویوں کے ساتھ جنگ آزما ہونا پڑا۔ بوعلی سینا سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہے مسلسل صعوبتوں کی وجہ سے ۴۲۵ھ میں وہ قولنج کی وجہ سے صاحبِ فراش رہے اور ۴۲۸ھ میں ہمدان میں فوت ہوگئے۔ اس ہرج و مرج کے دور میں درس و تدریس کا سلسلہ قایم رکھنا دشوار نظر آتا ہے۔ ۴۲۰ھ میں خیام کی عمر ۱۰، ۱۲ سال کی ہو سکتی ہے۔ اس عمر میں تکوین کائنات کے متعلق ابنِ سینا جیسے مفکر کے ساتھ مل کر غور و خوض کرنا بعید از قیاس ہے۔ وصایائے نظام الملک کا دیباچہ نظام الملک کی اپنی تصنیف نہیں۔ سرگزشتہ سیدنا کا مصنف بھی یقیناً متعصب تھا، جس نے حسن بن صباح، خیام اور نظام الملک کی ہمدرسی اور ہم سنی اور باہمی عہد و پیمان کا قصہ وضع کیا۔

ابوالحسن بیہقی نے اپنی تاریخ الحکما میں خیام کی پیدائش کا طالع نقل کیا ہے۔ سوامی گوند تیرتھا نے اپنی کتاب (NECTAR OF GRACE) میں اس زائچہ کی مدد سے تاریخ پیدائش ۱۵ مئی ۱۰۴۸ء (۴۴۰ھ) متعین کی ہے اور یہی درست ہے۔ سید سلیمان ندوی نے بھی اپنی کتاب "خیام" میں قیاساً یہی موزوں ترین سال قرار دیا ہے۔

فلسفہ میں انھوں نے ابن سینا کے شاگرد بہمنیار (م ۴۵۸ھ) سے استفادہ کیا ہے۔ اُن کے ایک استاد رئیس الحکما ابو حامد نصیر الدین محمد بن منصور (م ۴۹۷ھ) تھے۔ خیام بڑے ذہین تھے۔ قوتِ حافظہ تیز تھی۔ اس لیے سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم معقول و منقول میں مہارت حاصل کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیہقی اور قفطی نے انھیں امامِ خراسان اور علامۂ زماں لکھا ہے۔ وہ علم نجوم و حکمت میں بے مثال تھے۔ ریاضیات اور قیاسیاتِ احساسیہ میں بھی اُن کا مرتبہ عالی تھا۔

علمِ نجوم میں خیام کی مہارت کے متعلق چہار مقالہ میں دو واقعات مذکور ہیں۔ ۵۰۱ھ میں محمد بن ملک شاہ سیف الدولہ صدقہ امیر عرب سے لڑنے کے لیے جانے لگا تو درباری منجموں نے وہ ساعت مبارک نہ جانی۔ لیکن ایک جاہل غزنوی منجم نے ساعت سفر کی۔ بادشاہ کامیاب ہوا۔ بعد میں وہ اپنے منجموں پر خفا ہوا۔ انھوں نے کہا۔ غزنوی منجم نے اصول تنجیم کے خلاف ساعت مقرر کی تھی۔ اگر سلطان کو یقین نہ ہو تو خراسان میں خواجہ امام عمر خیامی کو لکھ کر دریافت فرمالیں۔ اس قول سے علم نجوم میں خیام کی وقعت ظاہر ہے۔ ۵۰۸ھ میں اسی بادشاہ کے لیے خیام نے شکار پر روانہ ہونے کے لیے ایسے دن متعین کیے جن میں برف و باران نہ ہو۔ خیام بادشاہ کو خود سوار کرانے آئے۔ ابھی وہ سوار ہی ہوا تھا کہ بادل آئے اور برف و باران کا امکان نظر آیا لیکن خیام نے یقین دلایا کہ مطلع صاف ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چار پانچ روز تک مطلع صاف رہا۔

خیام علمِ طب میں بھی ماہر تھے۔ چنانچہ انھوں نے ملک شاہ کے بیٹے سنجر کا علاج کیا جب بچپن میں چیچک نکل آئی تھی۔ وہ فقہ، تاریخ اور لغت کے بھی عالم تھے۔ بیہقی اور شہرزوری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالرزاق وزیرِ سلطان سنجر کی مجلس میں اختلاف قرأت پر بحث ہو رہی تھی کہ خیام بھی آگئے۔ خیام نے قرآن کی غیر معروف قرأتیں اور ان کی علتیں بیان کیں اور ان میں ایک کو ترجیح دی۔ امام القرّاء ابوالحسن غزالی جو اس بحث میں شریک تھے۔ ان تحقیقات کو سن کر دنگ رہ گئے اور فرمایا۔ خدا علما میں سے تمھارے جیسا اور پیدا کرے۔ مجھے گمان نہ تھا کہ قاریوں میں سے کوئی اتنی معلومات رکھتا ہوگا۔ حکما سے تو قطعاً امید نہ تھی۔

شہرزوری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مرو کے حمام میں قاضی عبدالرشید بن نصر کی موجودگی میں خیام نے معوذتین میں الفاظ کی تکرار کے متعلق اس قدر تفصیل سے معلومات کا اظہار کیا کہ ایک کتاب مرتب ہو سکتی تھی۔

خیام ریاضیاتِ ہندسہ سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے رسالہ جبر و مقابلہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ عربی میں شعر بھی کہہ لیتے تھے چنانچہ خریدۃ القصر میں اُن کے اشعار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منقول ہیں۔ عربی میں اُن کی مہارت تو ظاہر ہی ہے کہ انھوں نے ایک دو رسالوں کے سوا اپنے تمام رسائل عربی میں لکھے ہیں۔

احوالِ زندگی

خیام اٹھارہ برس کے تھے کہ اُن کے والد وفات پا گئے۔ اس لیے انھیں وسائل معیشت پیدا کرنے کی ضرورت پڑی۔ انھوں نے پہلے ایک کتاب "البراھین علی استخراج اضلاع المربعات والمکعبات" لکھی لیکن اس کی قدردانی نہ ہوئی۔ بعد میں انھوں نے جبر و مقابلہ پر رسالہ لکھا۔ قاضی القضاۃ ابو طاہر عبدالرحمٰن بن احمد سمرقندی نے اُن کی قدر افزائی فرمائی اور انھیں اس قابل بنایا کہ وہ اپنی تحقیقات جاری رکھ سکیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے بخارا کے حاکم خاقان شمس الملوک سے اس کا تعارف کرایا۔ نزہتہ الارواح شہرزوری نے لکھا ہے کہ خاقان خیام کی بہت تعظیم کرتا تھا اور اُن کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا تھا۔ شمس الملک، ملک شاہ کی چہیتی ملکہ ترکان خاتون کی وساطت سے بادشاہ سے وابستہ تھا۔ غالباً اس نے خیام کو ملک شاہ سے متعارف کرایا۔ ملک شاہ نے ۴۶۷ھ میں اصفہان میں رصد خانہ کی بنیاد رکھی۔ دوسرے علمائے ہیئت کے ساتھ عمر خیام کو بھی اس کی تعمیر و تکمیل پر مامور کیا۔ خیام نے تاریخ جلالی یا تقویم جلالی بھی مرتب کی۔ سال کا نوروز یکم فروردین سے شروع کیا۔ خیام نے رصد خانہ کے عملی مشاہدات و تحقیقات قلمبند کرکے زیج ملک شاہی بھی تالیف کی۔ خیام نے ۴۷۳ ہجری میں قاضی القضاۃ ابو طاہر کے تین سوالوں کے جواب میں عربی میں ایک رسالہ تالیف کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس سال فارس میں مقیم تھا۔

ملک شاہ کی وفات کے بعد ۴۸۵ھ میں برکیارق کے عہد میں وزیر فخر الملک بن نظام الملک نے خیام کی سرپرستی کی۔ خیام نے کلیات وجود یا روضۃ القلوب کے نام سے ایک رسالہ اسی وزیر کے نام منسوب کیا۔ سلطان محمد بن ملک شاہ (۴۹۸ھ - ۵۱۱ھ) کے ساتھ خیام کے تعلقات استوار رہے۔ سلطان سنجر کے عہد میں خیام کے تعلقات دربار سے منقطع ہو گئے۔ صرف ایک مرتبہ وزیر عبدالرزاق (۵۱۱ - ۵۱۵ھ) کی محفل میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ خیام کی زندگی کے متعلق یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۰۶ھ میں شہر بلخ میں نظامی عروضی کے ساتھ اُن کی ملاقات ہوئی جس میں انھوں نے پیش گوئی کی کہ ان کی قبر ایسی جگہ ہوگی جہاں موسم بہار میں بادِ شمال پھول برسائے گی۔

۵۰۷ھ میں بیہقی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بیہقی سے ریاضیات اور ایک شعر حماسہ کے معنی دریافت کیے۔

بیہقی نے خیام کے داماد امام محمد بغدادی سے یہ واقعہ سن کر لکھا ہے کہ خیام وفات کے وقت ابن سینا کی کتاب الشفا کا مطالعہ کر رہے تھے۔ جب وحدت و کثرت کے باب تک پہنچے تو انھوں نے اپنے خلال دندان کو کتاب کے صفحوں کے درمیان رکھا۔ چند شرفا کو بلایا۔ جائیداد کے متعلق وصیت کی۔ سارا دن روزہ رکھا۔ عشا کی نماز کے وقت سجدے میں سر رکھا اور کہا اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی لیاقت کے مطابق تجھے سمجھا۔ میری یہی معرفت میرے لیے شفاعت کا کام دے گی۔ اس کے بعد وفات پا گئے۔

مجمع الفصحا میں سالِ وفات ۵۱۷ھ، ید بیضا میں ۵۱۸ھ، تاریخ ادبیاتِ عرب مولفہ بروکلمن میں ۵۱۵ھ درج ہے۔ نظامی عروضی ۵۳۰ھ میں نیشاپور میں خیام کی قبر پہ پہنچے اور انھوں نے خیام کی پیش گوئی کو عملاً صحیح پایا۔ انھوں نے چہار مقالہ میں لکھا ہے کہ خیام چند سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ قسطنطنیہ میں عاشیر آفندی کے نسخے میں چار سال پہلے لکھا ہے۔ اس بات کی تصدیق فصل مولفہ احمد بن حسین الرشید تبریزی سے بھی ہوتی ہے۔ عالی رومی نے خیام کا حال اس فصل سے ہی مرتب کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ نظامی عروضی کا بیان ہے کہ وہ ۵۲۲ھ میں حج کو گیا۔ تین سال بعد واپس ہوا۔ استر آباد میں استاد کی وفات کی خبر سنی اور نیشاپور پہنچا اور قبر کی زیارت کی۔ اس تفصیل سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سال وفات ۵۲۶ھ زیادہ معتبر ہے۔

خیام کی تصانیف

۱۔ رسالہ بحث وجود یا رسالہ اوصاف والموصوفات۔ ۲۔ رسالہ کون و تکلیف۔

۳۔ رسالہ مختصر در طبیعیات لوازم الامکنہ (انقلاب موسم اور مختلف اقلیتوں کا اختلاف آب و ہوا کے بیان میں)۔ ۴۔ زیج ملک شاہی۔ ۵۔ رسالہ میزان الحکمت یا فی الاحتیال لمعرفۃ مقداری الذہب والفضۃ۔ ۶۔ رسالہ فی شرح ما اشکل من مصادرات کتاب اقلیدس۔ ۷۔ رسالہ فی الجبر والمقابلہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۔ کتاب البرہان علی طرق استخراج اضلاع المربعات والمکعبات۔

۹۔ مسائل ثلثہ اور ان کے جوابات۔ کیا خدا شر کا مبدا ہے۔ جبر و قدر میں حق کیا ہے۔ باقی کی صفت زاید بر ذات ہے۔ ۱۰۔ الضیاء العقلی فی موضوع العلم الکلی۔ ۱۱۔ کلیات الوجود (فارسی)۔ ۱۲۔ رباعیاتِ فارسی۔ ۱۳۔ بعض عربی اشعار۔ ۱۴۔ مکاتبات خیام۔ ۱۵۔ سلسلۃ الترتیب (فارسی) ۱۶۔ قصیدہ فارسی کے نو اشعار جو رباب نامہ سلطان ولد بن مولانا روم کے آخر میں مندرج ہیں۔ یہ نسخہ مکتوبہ ۷۰۴ھ موزۂ قونیہ میں محفوظ ہے۔

افکار و عقاید

قفطی نے اخبار الحکما میں خیام کے مسلک کے متعلق لکھا ہے۔ وہ خراسان کا امام اور علامۂ زمان تھا۔ وہ علوم یونان جانتا تھا۔ جزا اور سزا کے مالک خدائے واحد کی تلاش کے لیے ابھارتا تھا۔ اعمالِ بدنی کی تطہیر اس لیے ضروری سمجھتا تھا کہ نفسِ انسانی پاکیزہ ہو۔ یونانی اصول فلسفہ کے مطابق سیاسی و بدنی قواعد کی پابندی کا حکم دیتا تھا۔

رسالہ کلیاتِ وجود کے آخر میں خیام نے خود اپنے زمانے کے حکما و علما کے طبقات کا جائزہ لیا ہے۔ اور ان میں سے ایک کے متعلق اپنے ترجیحی نظریات بھی پیش کیے ہیں۔ اس بیان سے ان کے عقاید پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے ؟

معرفتِ خداوندی کے چار گروہ ہیں :۔

۱۔ متکلمین۔ جو بحث اور دلیل و حجت دینے پر راضی ہیں اور ان کو کافی سمجھتے ہیں۔

۲۔ فلاسفہ حکما۔ انھوں نے منطق و دلائل سے ثبوت مہیا کیے لیکن وہ کبھی منطقی شرائط پر پورے نہیں اتر سکتے۔

۳۔ اسماعیلی و تعلیمی۔ یہ سمجھتے ہیں کہ معرفت ذات و صفاتِ خداوندی میں بہت مشکلات ہیں۔ اس لیے مخبرِ صادق جو طریق بتائے وہی درست ہے۔

۴۔ صوفیا۔ یہ وہ اشخاص ہیں جنھوں نے تہذیب اخلاق اور تصفیہ باطن سے نفسِ ناطقہ کو پاک کیا۔ یہ صاف آئینہ ملکوت کے سامنے ہوا اور اس میں حقیقتِ اشیا جلوہ گر ہوئی۔ یہ طریق سب سے بہتر ہے۔ اگر حجاب و کدورت دور ہو جائے تو حقایقِ اشیا اصلی حالت میں نمودار ہوتی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بات سے ظاہر ہے کہ وہ صوفی حکیم تھا اور فلسفیانہ تصوّف کا پیرو۔ اس کا منتہائے مقصود معرفتِ خداوندی تھا وہ قائل تھا کہ اس کے لیے کامل ریاضت کرنا حُسنِ توفیق مانگنا واجب ہے۔ یہ وہ خیالات ہیں جو یونان کے فلسفہ اشراقی۔ جدید افلاطونی حکمت۔ ابن سینا کے متعدد اشارات۔ اور اخوان الصفا کے رسائل میں موجود ہیں۔

خیام خدا کو حقِ اوّل، واحد اور سرچشمۂ موجودات اور ظلم وشر سے پاک سمجھتے ہیں۔

خیام میں مرجیہ کے عقاید بھی پائے جاتے ہیں یعنی خدا خیر محض ہے وہ گنہگاروں کے گناہ بخش دے گا۔ اسے کسی سے دشمنی نہیں۔ وہ جبر کے قائل ہیں اور وہ اپنے رسالہ اسئلہ ثلاثہ میں لکھتے ہیں کہ شاید بظاہر جبری حق کے زیادہ قریب ہے۔

خیام کے نزدیک۔ عقول۔ نفوس۔ افلاک۔ موالید اور عناصر واجب الوجود اور ممکنات کے درمیان واسطہ ہیں۔ ان کی معرفت انسان کے لیے واجب ہے۔ جن اشخاص نے خیام کو رند، لاابالی۔ دہری، منکرِ خدا، قائل تناسخ اور مذہبی صوفی قرار دیا ہے انھوں نے خیام سے منسوب جعلی رباعیات سے استدلال کیا ہے اور وہ صحیح نہیں۔

خیام کی شراب

نبیذ کے حلال قرار دیے جانے سے بادشاہ، وزرا، امرا تک پیتے تھے۔ بعض چھپ کر بھی پیتے تھے۔ اخلاق و آداب کی کتابوں میں آدابِ خوردنِ شراب کی ایک فصل رکھی جاتی تھی۔ قابوس نامہ اور راحت الصدور میں اس موضوع کے لیے ایک ایک باب رکھا گیا ہے۔ شراب کے عمومی رواج کے باوجود کسی معاصر یا قریب العصر تذکرہ میں عمر خیام کی شراب خواری کی طرف اشارہ تھیں۔ کاتب اصفہانی۔ قفطی اور نجم الدین رازی جو اُن کے مخالفین میں سے ہیں انھوں نے بھی خیام کی اس عادت کا ذکر نہیں کیا۔ نزہت المجالس میں خیام کی ایک رباعی ملی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ وہ خوش دلی سے پیتے تھے لیکن قربِ خداوندی حاصل ہونے سے اب وہ نہیں پیتے۔

من مے نہ ز بہرِ تنگدستی نہ خورم — یا از غمِ رسوائی و مستی نہ خورم
تا مے ز برای خوشدلی می خورم — اکنوں کہ تو بر دلی نشستی نہ خورم

خیام سے منسوب خمریہ رباعیات کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ لیکن یہ یقینی نہیں کہ یہ رباعیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیام کی ملکیت ہیں۔ ژوکوفسکی نے خیام کی ۸۲ رباعیات مشکوک جمع کی ہیں۔ جن میں ۴۳ رباعیاں خمریہ ہیں۔ خیام سے منسوب خمریہ رباعیوں میں مختلف معانی بھی پہنائے جا سکتے ہیں۔

شراب و جام و ساغر سے مراد اخلاص و نکوکاری ہے۔ ۱۔ شراب سے مراد شراب حقیقی یعنی جذبۂ روحانی اور معرفت حق ہے۔ ۲۔ شراب بے خودی حاصل کرنے کا واسطہ ہے۔ شراب و جام و مینا کو عیش و نشاط کی علامت کے لیے استعمال کیا ہے جس سے مراد تغیر مادہ و فنا اور زندگی کا عبرتناک انجام دکھانا ہوتا ہے۔

رباعیات

عمر خیام کی رباعیات کا معاصر و مستند نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں رباعیات کے جو نسخے ملتے ہیں۔ ان میں تعداد کے علاوہ متن میں بھی اختلافات موجود ہیں۔ مثلاً بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں رباعیات کی کم سے کم تعداد ۱۵۸ ہے۔ اور کیمبرج یونیورسٹی کے مخطوطے میں زیادہ سے زیادہ تعداد ۸۰۱ ہے۔ سب سے قدیم نسخہ ایک مجموعے میں شامل ہے۔ جو منتخباتی از اشعار قدما کے نام سے مرتب کیا گیا تھا۔ اور وہ غیاث الدین محمد بن یوسف نے ۶۰۴ھ میں لکھا تھا۔ اس میں رباعیات خیام کی تعداد ۲۵۳ ہے لیکن اس میں بھی ایسی رباعیاں موجود ہیں جو ایسے شعرا کے دواوین میں موجود ہیں جو ۶۰۴ھ کے بعد پیدا ہوئے مثلاً عراقی جو تقریباً ۶۱۴ میں پیدا ہوئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے طربخانہ مرتبہ جلال الدین ہمائی۔ خیام سے منسوب رباعیات میں محققین کے نزدیک تقریباً ۱۳۰ کے لگ بھگ ایسی رباعیاں ہیں۔ جو دوسرے شعرا کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً یہ رباعیاں فارابی۔ ابو الحسن خرقانی غزالی۔ ابو سعید ابی الخیر۔ ابن سینا۔ عبداللہ انصاری۔ عطار۔ افضل کاشانی۔ سنائی فخر الدین رازی۔ سیف الدین باخرزی۔ نجم الدین رازی۔ نصیر الدین طوسی۔ سراج قمری۔ مجد الدین ہمگر۔ انوری۔ مغربی تبریزی اور کمال اسماعیل کے کلام میں ملتی ہیں۔

دوسروں کی رباعیاں خیام سے کیوں منسوب کی گئیں۔ اس کے اسباب کچھ ایسے معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ لوگوں نے خیام کو صوفی سمجھا یا لاابالی یا رند۔ چنانچہ ان کی شہرت کے پیش نظر اور اپنے عقاید کی تبلیغ کے پیش نظر اس قسم کے مضامین کی رباعیاں خیام کے نام شامل کر دیں۔

۲۔ بعض لوگوں نے خیام کی فلسفیانہ رباعیات کا جواب لکھا۔ بعض نے سوال بھی لکھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد میں سوال و جواب دونوں خیام سے منسوب ہو گئے۔
۳۔ بعض شعرا نے خیام کے ہم معنی اشعار لکھے۔ رباعیات جمع کرنے والوں نے غلطی سے ان کو خیام کے نام درج کر دیا ہے۔
۴۔ کسی موقع پر ایک نامور شخص نے خیام کی رباعی پڑھی۔ سننے والوں نے خیام کی بجائے اسے قاری کی رباعی قرار دے دیا۔
۵۔ بعض اشخاص نے حافظ کے دیوان نے خمریات پر مبنی غزلوں یا رباعیوں کے ساتھ تفنن کے طور پر رباعیاتِ خیام کو بھی درج کر لیا اور بعد میں وہ رباعیاں حافظ کے دیوان میں مخلوط ہو گئیں۔
محققین نے خیام کی اصلی و غیر اصلی رباعیات کے تعین کے لیے کوششیں کی ہیں اور مختلف راہیں نکالی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ بڑے مجموعہ رباعیات میں سے جو رباعیات دوسرے شعرا کے کلام میں ملیں اُن کو حذف کر کے باقی خیام کا مال سمجھا جائے۔
۲۔ جن رباعیوں میں خیام کا تخلص ہے انھیں خیام کا مال قرار دیا جائے۔
۳۔ قدیم تواریخ و تالیفات میں جہاں جہاں رباعیاتِ خیام کے نام مذکور ہیں ان کو جمع کیا جائے۔
۴۔ تمام مطبوعہ نسخوں میں جو رباعیاں سب میں موجود ہیں اُن کو خیام کی اصلی رباعیات قرار دیا جائے۔
۵۔ خیام کے اپنے رسائل سے اس کے افکار و عقاید کو متعین کر کے اُن کے ہم معنی رباعیات کو خیام کی اصلی رباعیات سمجھا جائے۔

یہ سب طریق خطرے سے خالی نہیں۔ کسی معاصر نسخے کی عدم موجودگی میں اس طرح متعین کیا ہوا نسخہ شک و شبہ سے بالا نہیں ہوگا۔ محمد علی فروغی اور ڈاکٹر قاسم غنی نے قاعدہ نمبر ۳ کے مدنظر ۵۷ رباعیاں جمع کی ہیں اور باقی رباعیاں قاعدہ نمبر ۵ کے پیش نظر شامل کی ہیں اور رباعیات کی تعداد ۱۷۸ ہو گئی ہے۔ حسین شجرہ نے اپنے نقطۂ نظر سے ۲۱۰ رباعیاں اصلی قرار دی ہیں۔

فکر و فن

یورپ میں شاعر کی حیثیت سے خیام کی شہرت فٹز جیرالڈ کی مرہون منت ہے جس نے انگریزی نظم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ان کی بعض رباعیوں کا ترجمہ او رمفہوم ایسے دلآویز انداز میں پیش کیا کہ انگلستان، امریکہ اور یورپ میں اس کا چرچا ہوا۔ اور علما نے خیام کی زندگی اور رباعیات کے متعلق تحقیقات کا سلسلہ شروع کیا تقریباً دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں رباعیات کے ترجمے شایع ہوئے۔ اور مزین، مصوّر اور مطلا اڈیشن نکلے۔ ۱۹۲۹ء میں اے۔ جی پوٹر کے اندازے کے مطابق ۱۱۸۱ مختلف اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

چونکہ رباعیات کی تعداد مختلف ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ خیام سے منسوب رباعیاں دوسرے شعرا کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔ اس لیے جن اشخاص نے رباعیات کی تعین و تخصیص کے بغیر خیام کی شخصیت متعین کی ہے یا اُن کے افکار و عقاید پر روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے خیام کے ساتھ بے انصافی کی ہے۔ خیام کی صحیح شخصیت متعین کرنے کے لیے دو اہم باتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ خیام کے اپنے رسائل میں جن افکار و عقاید پر روشنی پڑتی ہے انھیں سامنے رکھا جائے۔ دوسری یہ کہ قدیم سے قدیم ماخذ میں جو رباعیات خیام کے نام ملتی ہیں انھیں سامنے رکھا جائے۔ فی الحال محمد علی فروغی اور دکتر قاسم غنی نے قدیم ماخذ سے جو ۱۰۷ رباعیاں جمع کی ہیں انھیں کچھ وثوق سے عمر خیام کا مال سمجھا جا سکتا ہے۔ ان کا جائزہ لینے سے جو عقاید ابھر کر سامنے آتے ہیں اُن میں اور اُن کے رسائل سے اخذ کردہ بعض عقاید میں تضاد نظر آتا ہے لیکن موجودہ صورت حال میں اس کے سوا چارہ کار نہیں۔ رباعیات کا تجزیہ کرنے سے خیام کے مندرجہ ذیل افکار پر روشنی پڑتی ہے :-

۱- وہ زندگی کے آغاز و انجام پر غور کرتا ہے، کہتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ زندگی ایک ایسا معمہ ہے جو آج تک حل نہیں ہوا ؎

در دائرہ ای کہ آمدن رفتن ماست   آن را نہ بدایت نہ نہایت پیداست
کس می نزند دمی درین معنی راست   کاین آمدن از کجا و رفتن بکجاست

۲- وہ پوچھتا ہے۔ موت کا کیا مقصد ہے۔ انسان کو تخلیق کر کے اس میں تخریب کے اجزا کیوں رکھے۔ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے کہ وہ خود ہی بناتا ہے اور خود ہی اسے توڑتا ہے

دارندہ چو ترکیب طبایع آراست   از بہر چہ افگندش اندر کم و کاست
گر نیک آمد شکستن از بہر چہ بود   ور نیک نیامد این صور عیب کراست

۳- اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قدرت نے ہماری زندگی کے احوال متعین کر کے پہلے ہی سے اس دنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بھیجا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے اعمال پہ اختیار نہیں۔

قصہ چکنم کہ بی تقاضائے تو دی ‏ ‏ ‏ دارند قرار کار فردای تو دی
چوں روزی و عمر بیش و کم نتواں کرد ‏ ‏ ‏ دل را بچنیں غصہ دژم نتواں کرد
کار من و تو چنانکہ رای من و تست ‏ ‏ ‏ از موم بدست خویش ہم نتواں کرد

۴۔ خیام کی متذکرہ صدر روشِ فکر اسے غمناک کرتی ہے۔ اس کے بعد جب وہ دنیوی مال و اسباب کی ناپائیداری اور بے ثباتی اور مادی دنیا کے تعمیر و فنا پر غور کرتا ہے تو اس کی روح اور بھی مغموم ہو جاتی ہے۔

وہ کہتا ہے۔ جسم فانی ہے۔ مثلاً:

در خیمۂ تن کہ سایہ بانیست ترا ‏ ‏ ‏ ہاں تکیہ مکن کہ چار میخش سست است

جسم موت کے بعد خاک میں مل جاتا ہے۔ اس کی مٹی غبار بن کر اڑتی پھرتی ہے۔ کمہار اس کو پاؤں تلے گوندھتا ہے پھر اس کے برتن بناتا ہے۔ اس مٹی سے سبزہ اگتا ہے اور گلِ لالہ نکلتا ہے جسینانِ جہاں کا یہ مال اس کی نگاہ میں سخت عبرتناک اور افسوسناک ہے۔ وہ کہتا ہے:-

گرد از رخِ نازنین بآزرم فشاں ‏ ‏ ‏ کاں ہم رخ و زلفِ نازنینی بودہ است
ہر جا کہ قدم نہی تو بر روئے زمین ‏ ‏ ‏ آں مردمکِ چشم نگاری بودہ است
ہر کاسۂ مے کہ در کف مخمور یست ‏ ‏ ‏ از عارض مستی و لب مستور یست
با من بزبانِ حال میگفت سبو ‏ ‏ ‏ من چوں تو بدم تو نیز چو من باش

۵۔ جب زندگی کا راز معلوم نہیں۔ انسان کا عبرتناک انجام ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ دنیا میں کوئی کسی کا مددگار نہیں۔ اور عالی ہمت شخص کم ظرف اشخاص کا احسان بھی نہیں اٹھانا چاہتا۔ تو خیام نصیحت کرتے ہیں۔

چوں بودہ گذشت و نیست نابودہ پدید۔ خوش باش و غم بودہ و نابودہ مخور
یک کوزۂ شراب تا بہم نوش کنیم۔ زاں پیش کہ کوزہ ہا کنند از گل ما

پھر فرماتے ہیں۔ گردشِ فلک اور انقلابِ زمانہ ہمیں تہ و بالا کرنے پر تلے ہوتے ہیں۔ اس لیے موجودہ فرصت کو غنیمت جانو اور زندگی سے لطف اٹھاؤ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در سبزہ نشین و مے روشن میخور — کاین سبزہ بسی دمد ز خاکِ من و تو
از دی کہ گذشت ہیچ ازو یاد مکن — فردا کہ نیامدہ است فریاد مکن
بر نامدہ و گذشتہ بنیاد مکن — حالی خوش باش و عمر برباد مکن

متذکرہ صدر افکار میں سے دو باتیں خیام کے ان معتقدات کے خلاف ہیں جن کا اظہار اس نے اپنے رسائل میں کیا ہے۔ رسالہ کون و تکلیف میں وہ بتاتے ہیں کہ کائنات اور اشرف المخلوقات انسان میں جو تعمیر و تخریب کے عناصر مضمر ہیں حکمتِ الٰہی ان کی متقاضی ہے۔ دوسری یہ کہ جب خدا نے حیات و ممات کا مقصد بتا دیا ہے تو کیا خیام قرآن کا عالم ہوتے ہوئے یہ نہیں جانتے تھے۔ پھر وہ خدا کے اس فعل کو تشکیک کی نظر سے دیکھ کر غمناک کیوں ہوتے ہیں۔ خود بھی بدظن ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی بدگمان کرتے ہیں۔ البتہ انسان کو اس کا حسرت ناک انجام اور عبرت ناک اختتام یاد دلا کر باخبر رکھنا اور اسے کبر و ناز سے منع کرنا نہایت مفید ہے۔ اس فانی دنیا میں اور محدود مدت میں زندگی گزارنے کے لیے انھوں نے جو نسخہ بتایا ہے ممکن ہے اکثر کے نزدیک کامیاب نسخہ ہو۔ دنیا کی بے ثباتی اور مال و اسباب کی ناپائیداری کو دل و دماغ پر مسلط رکھ کر افسردہ و غمناک رہنا صحیح نہیں۔ خوش دلی خوش باشی اور فرصت کے لمحات سے موزوں استفادہ کرنا درست ہے۔ خیام کی یہی آواز دکھیاروں کے دل کا سہارا بنیں۔ اگر لوگوں نے خیام کی اس آواز کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ نتائج جو عواقب سے بے پروا ہو کر عیش کوشی اور لذت اندوزی میں مصروف رہو تو یہ کسی طور پر مستحسن نہیں۔

اگرچہ رباعیاتِ خیام کی مقبولیت اُن کے افکار کی گرفت کی وجہ سے ہے پھر بھی اس دلنشینی میں فنی خوبیوں کا بھی دخل ہے۔ خیام کے تخیل میں وضاحت ہے وہ اپنے خیالات کو صراحت سے بیان کرتا ہے۔ اُس کے احساسات و ادراکات میں خلوص ہے۔ اس لیے اس کی باتیں دل کو لگتی ہیں۔ مصرعوں میں الفاظ کا دروبست موزوں ہے۔ تشبیہ و تمثیل فکر انگیز ہے۔ ان سے مطالب کے بیان میں حسن آ گیا ہے۔ مثلاً یہ مصرعے دیکھیے:

ع این بجو وجوہ آمدہ بیرون ز نہفت۔ ع گر شاخ بقا ز بیخ بختت رُست

ع چون ابر بنوروز رُخِ لالہ بشست۔

رباعیات کی دلنشینی کے دو اہم سبب اُن کا طرزِ تخاطب اور منطقی استدلال ہے۔ اُن کی باتیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دل و دماغ دونوں کو اپیل کرتی ہے۔

خیام کی زندگی اور رباعیات کے ماخذ

۱۔ قابوس نامہ از کیکاؤس بن سکندر	تالیف	۴۷۵ھ
۲۔ میزان الحکمت از عبدالرحمٰن خازنی	؍؍	۵۱۵ ؍؍
۳۔ مکتوب سنائی بنام عمر خیامی	؍؍	۵۲۵ ؍؍
۴۔ الزاجر للصغار زمخشری	؍؍	۵۳۸ ؍؍
۵۔ تاریخ حکما اسلام (یا تتمہ صوان الحکمت) ابوالحسن بیہقی	؍؍	۵۴۹ ؍؍
۶۔ چہار مقالہ از نظامی عروضی سمرقندی	؍؍	۵۵۲ ؍؍
۷۔ خریدۃ القصر از عماد کاتب اصفہانی	؍؍	۵۷۲ ؍؍
۸۔ راحت الصدور فی آیات السرور۔ ابوبکر الراوندی	؍؍	۵۹۹ ؍؍
۹۔ مرصاد العباد۔ نجم الدین رازی	؍؍	۶۲۰ ؍؍
۱۰۔ اخبار الحکما ابوالحسن قفطی	؍؍	۶۴۷—۶۴۶ ؍؍
۱۱۔ نزہتہ الارواح فی تاریخ الحکما شہرزوری		
۱۲۔ استنطار الاخبار۔ قاضی احمد دامغانی		
۱۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر	؍؍	۶۲۸ ؍؍
۱۴۔ تاریخ جہاں کشائی جوینی	؍؍	۶۵۸ ؍؍
۱۵۔ آثار البلاد۔ زکریا قزوینی۔	؍؍	۶۷۴ ؍؍
۱۶۔ جامع التواریخ۔ رشید الدین فضل اللہ	؍؍	۷۱۸ھ
۱۷۔ فردوس التواریخ۔ خسرو ابرقوہی		۸۰۸ ؍؍
۱۸۔ تاریخ الفی احمد بن نصراللہ		۱۰۰۰ ؍؍
۱۹۔ رباب نامہ۔ سلطان ولد بن جلال الدین رومی		

© rasailojaraid.com